© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

اگر دریا متلاطم نہ ہو تو اُس وقت ہمیں صرف اس کی سطح پر تیرتی ہوئی چیزیں ہی دکھائی دیتی ہیں۔ اس کی تہ میں جو کچھ بھی موجود ہوتا ہے خواہ وہ قیمتی موتیوں کی صورت میں ہو یا مٹی اور گارے کی شکل میں، وہ ہمارے نظروں سے یکسر اوجھل رہتا ہے لیکن جب اس دریا میں طوفان اُٹھتا ہے تو وہ ساری اشیاء جن تک ہماری نظریں اب تک نہیں پہنچی تھیں وہ خود بخود سطح پر آجاتی ہیں اور ہم پھر بڑی آسانی کے ساتھ ان کا صحیح طور پر جائزہ لے سکتے ہیں۔

قریب قریب یہی حال ہماری زندگی کے دھارے کا بھی ہے۔ یہ دھارا جب اپنے معمول کے مطابق بہ رہا ہو تو اس وقت ہمارے سامنے زندگی کے وہی پہلو آتے ہیں، جو بالکل نمایاں ہوں اور سطح کے نیچے جو کچھ موجود ہوتا ہے ہم اُس کے بارے میں کافی حد تک بے خبر رہتے ہیں۔ لیکن جب کوئی غیر معمولی واقعہ اس دھارے کو متلاطم کرتا ہے تو اس وقت وہ ساری خوبیاں اور خامیاں جو عام حالات میں ہمیں دکھائی نہیں دیتیں وہ اُبھر کر بالکل سطح پر آجاتی ہیں اور ہم ان کے بارے میں کافی حد تک صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔

حیات انسانی کا دھارا مختلف طریقوں سے متلاطم ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً انفرادی زندگی میں غیر معمولی محبت اور عداوت کے مواقع، بھوک، افلاس، خوف اور اسی نوعیت کے بعض دوسرے مصائب کا پیش آنا، پھر ظفر مندی اور کامرانی کے وقت دماغی توازن کو برقرار رکھنا۔ یہ وہ مختلف مراحل ہیں جو زندگی کی جوئے رواں میں ہل چل پیدا کر کے اُن ساری خوبیوں اور خامیوں کو سامنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ے آتے ہیں جن تک انسانی نگاہ کی عام حالات میں رسائی نہیں ہوتی۔

بالکل اسی طرح جب غیر معمولی حالات و واقعات کسی قوم کی اجتماعی زندگی کو زیر و زبر کرتے ہیں تو اس وقت اس کی بھلائی اور برائی کے وہ سارے پہلو جو عام طور پر مستور ہوتے ہیں دفعتاً ہو کر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب کوئی قوم جنگ کی آگ میں جھونک دی جاتی ہے تو وہ مناسب موقع ہوتا ہے جس میں اس بات کا صحیح طور پر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس قوم کے مختلف افراد کے اندر فکر و نظر کی کتنی ہم آہنگی، احساسات و جذبات کا کس قدر اشتراک، اور سیرت و کردار کا کتنا سرمایہ موجود ہے جس کے بل بوتے پر یہ قوم کسی دوسری قوم کے مقابلے میں صف آرا ہوئی ہے۔

جنگ کے علاوہ کسی ملک میں عام انتخابات بھی ایک ایسی آزمائش ہے جس سے قومی زندگی کا دھارا متلاطم ہو کر قوم کے ان سارے محاسن اور معائب کو سطح پر لے آتا ہے جو عام حالات میں ہماری حدِ نگاہ سے دور ہوتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں ہمارے ہاں جو عام انتخابات ہوئے ہیں انھوں نے ہمیں اس بات کا موقع فراہم کیا ہے کہ ہم قوم کے رجحان، اس کی سیرت و کردار، اس کی ابھرتی ہوئی قیادت، اس کی اپنے نصب العین سے وابستگی کے متعلق ایک رائے قائم کر سکیں۔ چنانچہ آج ہم اس موضوع پر چند گذارشات پیش کریں گے۔

انتخابات کے مختلف مراحل کا جائزہ لینے اور اس کے نتائج پر نگاہ ڈالنے سے جو چند حقائق ابھر کر سامنے آئے ہیں ان میں سے بعض بنیادی اہمیت کے حامل ہیں اور قوم کے حسّاس اور فرض شناس اصحاب کو گہرے غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ ان نتائج کی نوعیت کرکٹ کے کھیل کے انجام یا کسی دنگل کے فیصلے سے بہرحال مختلف ہے۔

(یہ انتخاب کوئی تماشہ نہ تھا جس نے وقتی طور پر اہل ملک کے لیے تفریح کا سامان مہیا کیا ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ یہ ایک ایسی آزمائش تھی جس کے ذریعے ہمیں اپنے بہت سے ایسے قومی عوارض کا علم ہو گیا ہے جو پاکستان کی اُمتِ مسلمہ کو اندر ہی اندر سے گھن کی طرح کھا رہے ہیں۔

ان حقائق میں شاید سب سے زیادہ تلخ اور تکلیف دہ حقیقت پاکستان کے مسلمانوں کی اسلام سے نیم دلانہ وابستگی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک ایسا خطرناک عارضہ ہے جس کے تدارک کی ہر اُس شخص کو فکر کرنی چاہیے جو اپنے دل میں ملک و ملت کی خیر خواہی کا کوئی معمولی سے معمولی جذبہ بھی رکھتا ہے۔

جو حضرات اسلام سے کچھ بھی تعلق رکھتے ہیں انہیں عام طور پر دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو اسلام کے محض دعویدار ہیں لیکن اُن کا یہ دعویٰ اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترا۔ اُن کا اسلام سے صرف اسی حد تک تعلق ہے کہ وہ زبان سے ایک خدا کو مانتے اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس ایمان کی جھلک اُن کی زندگی کے کسی گوشے میں دکھائی نہیں دیتی۔ اُن کے مشاغل، اُن کی دوستیوں اور دشمنیوں کے دائرے، اُن کے خوب و ناخوب کے پیمانے، اُن کی کامیابی اور ناکامی کا معیار، الغرض اُن کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جسے دیکھ کر کوئی شخص یہ کہہ سکے کہ یہ گروہ اپنے سیرت و کردار کے اعتبار سے اپنی ایک الگ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

دوسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق و مالک، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی و رہنما اور اسلام کو نہ صرف اپنا ضابطہ حیات تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے مطابق کسی حد تک عمل بھی کرتا ہے۔ لیکن اُن کے عمل کی نوعیت دیکھنے سے یہ بات پوری طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ اسلام اُن کی زندگی کی اساس اور مبداء حیات نہیں۔ وہ اسلام کو اُسی حد تک اپناتے ہیں جس حد تک اسلام اُن کے مفادات کے راستے میں مزاحم نہیں ہوتا۔ لیکن جس مرحلہ پر یہ دیکھیں کہ اسلام پر عمل کرنے سے اُن کے کسی مفاد پر زد پڑتی ہے تو اس وقت وہ بڑی بے تکلفی سے اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

[illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اسی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ پھر دنیا و دین کے تقاضوں میں جب کبھی تصادم بھی ہوتا ہے تو وہ دینی تقاضوں کو ہی فوقیت دیتا ہے اور اپنی دنیاوی مصلحتوں کو ان پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

اگر آپ ان تینوں گروہوں کا جائزہ لیں تو آپکو معلوم ہوگا ان متذکرہ بالا طبقات میں سے صرف تیسرا طبقہ ایسا ہے جس سے پاکستان کی ملتِ اسلامیہ کا مستقبل وابستہ ہے۔ پہلے دونوں گروہ خواہ تعداد کے اعتبار سے کتنے ہی بڑے ہوں لیکن ملک کی تعمیر و ترقی اور اُمتِ مسلمہ کی فلاح و بہبود میں اُن کا کوئی حصہ نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اجتماعی زندگی کی تشکیل میں وہ کسی جہت سے بھی مفید اور کارآمد نہیں ہو سکتے تو اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

قومی عروج و ترقی اور اجتماعی کامیابیوں کے اسباب کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مقصد کا شعور اور اُس کے حصول کی طلب و آرزو وہ اصلی قوت ہے جو اقوام و ملل کو کامیابی اور عظمت کی راہ پر لگاتی ہے۔ جماعت ہو یا فرد کسی نصب العین کی سچی محبت اور پھر اُس کی راہ میں ہر قسم کے ذاتی نفع و نقصان سے لاپرواہ ہو کر جد و جہد ہی کسی قوم کی زندگی اور اُس کی فلاح و کامرانی کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ درحقیقت مقصد سے وابستگی ہی کسی فرد یا قوم کی حیات ہے اور اُس سے بے رغبتی اُس کی موت۔ پھر مقصد ہی سے زندگی میں تربیت و تنظیم پیدا ہوتی اور اُس کے قلب و دماغ میں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو کسی تعمیری کام میں لگانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ آپ کسی ایسی قوم کی نشان دہی نہیں کر سکتے جو مقصد کے عشق سے محروم بھی ہو اور دنیا میں غالب و سربلند بھی ہو۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اس دنیا میں جو فرد یا قوم بھی کسی مقصد سے گہری لگن پیدا کرکے اپنی متاعِ حیات اُس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں تو وہ آگے بڑھ کر اُس کے قدم چومتی ہے اور [illegible] مقام بھی اُس کی [illegible] سے باہر نہیں رہ سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہلِ پاکستان کے اندر اگر کوئی مقصدِ زندگی کی حرارت اور دلولہ پیدا کر کے انہیں فلاح و کامرانی سے ہم کنار کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ جغرافیائی حدبندیاں ممکن ہے اس کے اندر علیحدگی کا ایک ہلکا سا احساس پیدا کر سکیں لیکن یہ احساس اسے قومیت کا ایک مثبت اور طاقتور شعور عطا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ قومیت منفی اور مثبت دونوں جذبات سے ترکیب پاتی ہے۔ منفی جذبات کسی قوم کو دوسری قوم سے الگ اور اپنے قومی وجود کے تشخص میں مدد دیتے ہیں اور مثبت جذبات اُس کے مائل بہ انتشار اجزا کے درمیان اتفاق و اتحاد پیدا کر کے انہیں ایک قومی وحدت بناتے ہیں اور پھر ان اجزاء کے اندر عمل کی قوت اور آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا داعیہ پیدا کرتے ہیں۔

پاکستان میں ان دونوں جذبات کی تشکیل میں خاکِ وطن سے کہیں زیادہ اسلام کارفرما ہے۔ ہم کسی ایک جغرافیائی وحدت میں زندہ نہیں جو ہمارے اندر ایک الگ قوم ہونے کا شعور پیدا کر سکے۔ اس ملک کے دونوں بازوؤں کے درمیان ایک ہزار میل سے زیادہ فاصلہ ہے۔ اور اُن کے اندر جو لوگ آباد ہیں اُن میں سوائے اسلام کی ایک قدرِ مشترک کے اور کوئی قدرِ اشتراک نہیں۔ اس لئے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی بجائے جغرافیائی حدود اس ملک کے باشندوں کے اندر قومیت کے جذبات پیدا کر سکتی ہیں وہ بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور وہ جتنی جلدی اس غلط فہمی کو دور کر دیں اتنا ہی یہ چیز ملک و ملت کے حق میں مفید ثابت ہوگی۔

جغرافیائی حدود سے آگے بڑھئے تو پھر قومیت کی ترتیب میں سب سے نمایاں حصہ قومی روایات کا ہوتا ہے لیکن اس معاملے میں بھی ہماری نگاہیں ہر پھر کر صرف اسلامی روایات تک ہی پہنچتی ہیں۔ اس ملک کے اندر ہمیں اسلامی روایات کے علاوہ اور کوئی ایسی روایات نہیں ملتیں جن کے لیے اس ملک کے باشندوں کے دلوں میں عزت و احترام کا کوئی جذبہ موجود ہو۔ یہاں جب بھی ماضی کا کوئی درخشاں پہلو سامنے آتا ہے تو وہ لازمی طور پر وہی ہوتا ہے جسے اسلام کی درخشندہ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تابندہ روایات نے منور کیا ہے۔ ہمارے وہ سارے کارنامے جن کی اساس اسلام کی بجائے غیر اسلامی چیزوں پر ہے وہ خواہ دوسروں کی نظروں میں کتنے ہی اہم ہوں لیکن پاکستان کی اُمتِ مسلمہ اُن پر فخر کرنے کی بجائے اُن پر ہمیشہ ندامت محسوس کرتی ہے۔ چنانچہ دیکھیئے کہ اس ملک میں مسلمان سات سو سال حکمراں رہے۔ اس عرصہ میں بڑے بڑے طاقتور اور باجبروت بادشاہ تختِ شاہی پر متمکن ہوئے، انہوں نے زبردست فتوحات کیں اور سلطنت کی حدود کو وسعت عطا کی، لیکن اس ملک کے رہنے والوں کے دل ہمیشہ انہیں بوریہ نشینوں کی عزت و احترام سے معمور رہے جنہوں نے سلطنتوں کو سرنگوں کرنے کی بجائے لوگوں کے دلوں کو اسلام کے لیے مسخر کیا۔ تخت و تاج، لشکرو سپاہ، فتح مندیاں اور کامرانیاں ایک مسلمان کے لیے اُسی صورت میں کچھ اہمیت رکھتی ہیں جب ان کے حصول کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہو۔ لیکن جب یہ مقصد نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ تو پھر ایک مسلمان کی نظر میں ان کی حیثیت پرِ کاہ سے بھی کم ہے۔

قومی روایات کے علاوہ زبان، رنگ اور نسل کسی خطہ کے لوگوں کے درمیان وجہ اشتراک بن سکتی ہے۔ لیکن پاکستان میں ان تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس سے ہم پاکستانی قومیت کی تشکیل میں فائدہ اُٹھا سکیں۔ پاکستان کے دونوں بازوؤں میں جو لوگ آباد ہیں وہ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ رنگ کے اعتبار سے اُن میں اختلاف پایا جاتا ہے اور پھر اُن کا تعلق مختلف نسلوں سے ہے۔ ایک سرحدی اور بنگالی، سندھی اور پنجابی، کشمیری اور بلوچی کے درمیان زبان، رنگ اور نسل کے معاملے میں کوئی اشتراک دکھائی نہیں دیتا۔

کچھ عرصہ سے بعض سرپھروں کی طرف سے کہیں کہیں یہ آواز بھی کانوں میں آرہی ہے کہ میلے ٹھیلے، ناچ، گانے اور اسی طرح کی بعض دوسری اخلاق سوز دلچسپیاں جنہیں بڑی چالاکی اور عیاری سے ثقافت کا نام دے دیا گیا ہے، قومیت کی تعمیر میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ محض فریبِ نظر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس طرز پر سوچنے والوں کے ذہنی افلاس اور فکری کجی پر دلالت کرتا ہے۔

ان سرگرمیوں کا مقصد لوگوں کو محض تفریح کا سامان مہیا کرنا ہے۔ ان کے ذریعے آج تک کسی قوم نے اپنے اندر فکر و عمل کی وحدت پیدا نہیں کی۔ یہ سرگرمیاں درحقیقت کسی قوم کے اعلیٰ اور ارفع احساسات کی ترجمان نہیں ہوتیں بلکہ اس کے ناتراشیدہ اور غیر تربیت یافتہ جذبات کا مظہر ہوتی ہیں۔ ان سرگرمیوں میں عقلی عناصر یکسر ناپید ہوتے ہیں اور عارضی ہیجان لوگوں کے اندر ایک غلط قسم کی تحریک پیدا کر کے انہیں وقتی طور پر دنیا کے تلخ حقائق سے غافل کر دیتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ محض "رنگ" کسی قوم کے حفظ و بقا اور اس کی ترقی کی اساس نہیں بن سکتی۔ قوم کی زندگی اور اس کی فلاح و کامرانی میں عقل و شعور، جذبہ و احساس یہ سب عناصر مل کر کام کرتے ہیں تب کہیں جا کر قوم کے مختلف اجزا کے درمیان ایک رابطہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک نصب العین کے حصول کے لیے اپنے آپ کو سرگرم عمل پاتی ہے۔

وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اہل یونان کے ان ناچ تفریحی دلچسپیوں نے قومیت کا شعور پیدا کیا اور ان کی قوتوں اور صلاحیتوں کو تعمیر و ترقی کی راہ پر لگایا وہ بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ان کا یہ دعوے تاریخ کے نہایت سطحی اور ناقص مطالعہ پر مبنی ہے۔ اہل یونان نے خاک وطن سے اپنی قومیت کا خمیر اٹھایا تھا۔ باقی رہیں یہ دلچسپیاں تو یہ اگرچہ ان کی زندگی کا اہم جزو بن چکی تھیں لیکن افراد کے اندر فکر و عمل کی وحدت پیدا کرنے میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔ انہوں نے زندگی میں جو مادہ پرستانہ انداز فکر اختیار کر رکھا تھا یہ دلچسپیاں ایک خاص دائرے میں اس کا مظہر تھیں۔

قومیت کی تشکیل میں وہی عناصر سب سے زیادہ موثر اور کارآمد ثابت ہوتے ہیں جن کے لیے لوگوں کے دلوں میں عزت و احترام کے جذبات موجود ہوں۔ ظاہر بات ہے کہ دنیا کی کوئی قوم کسی ایسی چیز یا مرتبے کے لیے تیار نہیں ہو سکتی جس کے لیے اس کے دل میں عقیدت کا جذبہ نہ پایا جاتا ہو۔ ممکن ہے کہ طویل محنت اور زبردست جدوجہد کے بعد پاکستان کے ارباب سیاست و کشاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رقص و سرود کو اس ملک میں فروغ دینے میں کسی حد تک کامیاب ہو جائیں، لیکن یہ سوچنا کہ یہ اخلاق سوز سرگرمیاں اس ملک کے رہنے والوں کی محبت اور عقیدت کا مرکز بھی بن سکتی ہیں ہمارے ایک خوفناک گمراہی ہے۔ ان کے ذریعے لوگوں کے اخلاق تباہ کیے جا سکتے ہیں، اُن کے اندر فکر و احساس کا انتشار پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ لوگوں کے دل ان سرگرمیوں کی عقیدت میں جھک جائیں اور وہ ان کی محبت میں جان کی بازی لگانے پر تیار ہو جائیں۔

اس خطۂ پاک میں یہ سرگرمیاں تخریبی کام تو کر سکتی ہیں لیکن تعمیر و ترقی کی راہ میں ان سے قطعاً کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اُس سے یہ بات پوری طرح منکشف ہو گئی ہو گی کہ جغرافیائی حد بندیاں، رنگ و نسل کا امتیاز، زبان کا اختلاف یا ثقافتی سرگرمیاں ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو ہماری قومیت کی تشکیل میں ہمیں اساس کا کام دے سکے۔ ہمارے ہاں صرف اسلام ہی ایک ایسی قوت ہے جو ہمارے اندر فکری اور عملی وحدت پیدا کر کے ہمیں ایک ملت بنا سکتی ہے۔ اس ایک بنیاد کے علاوہ اور جتنی بنیادیں بھی تلاش کی جائیں گی وہ بالکل کمزور اور ناکارہ ہوں گی اور اس معاملے میں ہمارے سارے تجربات یکسر ناکام ثابت ہوں گے۔ اور ان تجربات میں جو وقت، محنت اور سرمایہ صرف ہو گا وہ بالکل رائگاں جائے گا۔ اہلِ پاکستان اس حقیقت کو جتنی جلدی ذہن نشین کر لیں یہ چیز اُن کے لیے اتنی ہی خیر و برکت کا موجب ہو گی۔ اسلام اس ملک کی عظیم اکثریت کی نہ صرف توجہ اور عقیدت کا مرکز ہے، بلکہ وہ یہاں کی ایک زبردست تاریخی قوت بھی ہے۔ اسی ایک بنیاد پر یہ ملک قائم ہوا۔ اور اسی کی محبت میں اس برِعظیم کے مسلمانوں نے وہ بیش بہا قربانیاں دیں جن کی تاریخِ عالم میں نظیر بہت کم ملتی ہے۔

جس قوت پر کسی قوم کی زندگی کا پورا دارومدار ہو اُس قوت کے بارے میں کوئی ہوشمند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوم وہ غیر ذمہ دارانہ رویّہ اختیار نہیں کرسکتی جو پاکستان کے مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور جس کا بیّن ثبوت ہمیں موجودہ انتخابات کے نتائج سے ملتا ہے۔ ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں کہ اس انتخاب میں کون لوگ کامیاب ہوئے اور کون ناکام، ہمارے لیے جو چیز اصل اہمیّت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ قوم کے چیدہ اور منتخب افراد جن کے متعلق یہ دعوےٰ کیا جاتا ہے کہ وہ اس ملّت کا جوہرِ قابل ہیں، اُنھوں نے اس فیصلہ کُن مرحلہ میں اسلام سے کس قدر وفاداری کا ثبوت دیا۔ اور اسی ایک چیز کی طرف ہم پورے ملک کے حسّاس اور فرض شناس لوگوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

اسلام کی حیثیت ہمارے لیے کسی کھیل تماشہ کی نہیں کہ اس سے جس طرح کا تعلق خاطر ہم چاہیں قایم کرتے رہیں۔ یہ ہمیں رگِ جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ یہ ہماری طاقت کا اصل سرچشمہ ہے۔ اسی کی مقناطیسی کشش نے ہماری ملّت کے مختلف اجزا کو باہم جوڑ رکھا ہے، اسی سے ہمارے اندر عمل کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر جب زندگی کی اس سرحد کو عبور کرکے ایک بڑی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو اس وقت ہمیں ثواب یا عذاب کی شکل میں جو کچھ ملتا ہے وہ اسی تعلق کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ اس بنا پر ہماری دنیوی زندگی کی کامیابی اور آخروی فلاح و کامرانی صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ جو چیز ہمارے لیے اتنی زیادہ اہمیّت رکھتی ہو اُس کے بارے میں ہمارا یہ طرزِ عمل کہ ہم اُسے برادری کے نام پر، زر و مال کے لالچ میں آکر، ناجائز معاداتِ کی محبت میں گرفتار ہو کر بلا تکلف قربان کر دیں ملّت کے مستقبل کے لیے کوئی فالِ نیک نہیں ہوسکتی۔

انسان جس چیز کو اپنا مقصد و مدعا بناتا ہے، جسے اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیتا ہے اُس کے متعلق یہ نیم دلانہ، بالکل منافقانہ رویّہ کبھی اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا ہے جو ہم نے اسلام کے معاملہ میں اختیار کر رکھا ہے۔ اور جس کا اظہار ان انتخابات میں ہم نے کیا ہے۔ ہم نے اپنے عمل سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ثابت کردیا ہے کہ ہمارے اندر کوئی حمیت دینی نہیں، ہم اپنی کوئی مستقل اور پائیدار رائے نہیں رکھتے، ہماری محبت اور عقیدت کا کوئی محور نہیں اور ہمارے قول و قرار کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسلام سے خواہ ہم کتنی عقیدت کا اظہار کرتے رہیں لیکن ہماری محبت کا اصل مرکز ہمارے دنیاوی مفادات ہیں، ہماری برادریاں ہیں، ہماری چودھراہٹیں اور دھڑے بندیاں ہیں، ہماری ذاتی خواہشات اور تمنائیں ہیں۔ ہم اسلام کو ان پر قربان کرسکتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو بھی اسلام کی راہ میں قربان کرنے پر تیار نہیں۔

اسلام کے معاملے میں ہماری یہ مضحکہ خیز روش ہماری دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کردے گی۔ اسلام اپنے ہر ماننے والے سے غیر مشروط اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے۔ اُس کا سب سے پہلا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنی جملہ خود مختاریوں سے دست بردار ہو جائیں اور صرف خدائے واحد کی غلامی کا جوا اپنی گردن میں پہن لیں۔ ایک مسلمان کی یہی غایت الغایات ہے اور اسی ایک محور پر اُس کے مفادات، اُس کی دلچسپیاں گھومتی ہیں۔

یہی وہ ایک چوکھٹ ہے جس پر وہ اپنی قیمتی سے قیمتی متاعِ حیات قربان کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ یہ آمادگی ہی اُس کے ایمان کی سب سے بڑی علامت ہے۔ ایمان درحقیقت ایک خاص اندازِ فکر کا نام ہے جو انسان کے قلب و دماغ میں کائنات اور اُس کی مختلف اشیاء کے متعلق اقدار کا ایک خاص نظام قایم کرتا ہے۔ ایک مسلمان اسلام لا کر دنیا سے منہ موڑ نہیں لیتا ہے بلکہ وہ اسلام کے مطابق اُن کی قدر و قیمت متعین کرتا ہے۔ ایمان کوئی مرغ باد نما نہیں جس کے رُخ کو ذاتی مفادات اور خواہشات کے تھپیڑے ہر وقت تبدیل کرتے رہیں۔ یہ ایک کسوٹی ہے جس کی مدد سے کھرے اور کھوٹے کے درمیان تمیز کی جاتی ہے، یہ ایک معتدل میزان ہے جس میں ہمارے اعمال کا وزن کیا جاتا ہے، یہ ایک روشنی کا مینار ہے جو زندگی کی تاریکیوں میں سے گزرتے ہوئے انسان کے لیے رشد و ہدایت کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین کے معاملے میں یکسوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ـ

اے ایمان والو تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ، اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی استثنا اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی اسلام کے تابع کر لو۔ تمہارے افکار و نظریات، تمہارے جذبات و احساسات، سب اسلام کے تحت آجائیں۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اس نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کا سودا کر لیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ـ

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے جان و مال کے جنت کے عوض خرید کر لیے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے، مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے۔ تورات، انجیل اور قرآن میں اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے۔

قرآن پاک نے یہاں اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ ایک مومن جنت کے بدلے اپنی ہر چیز خدا کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور وہ جس لمحہ ایمان لے آتا ہے اسی وقت اس سے یہ اختیار سلب کر لیا جاتا ہے کہ وہ نفس کی کسی تحریک سے یا خارجی دباؤ سے اللہ کی منشا اور مرضی کے برخلاف اپنی جان اور اپنے مال میں تصرف کر سکے۔ ایمان لانے کے بعد ایک مسلمان اپنی قوتوں اور اپنی صلاحیتوں کا، اپنے مال و متاع کا، اپنی جان اور عزت و آبرو کا مالک و مختار نہیں رہتا بلکہ وہ ان کا امین قرار پاتا ہے اور امین کے لیے یہ بات انتہائی غیر مناسب بالکل اخلاق سے گری ہوئی ہے کہ وہ امانتیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیانت جیسے فعل کا ارتکاب کرے۔

ہم اس ملک کے "جوہر قابل" سے یہ نہیں پوچھتے کہ اُس نے انتخاب کے وقت کن کن حضرات کے حق میں ووٹ دیئے۔ افراد ہماری بحث سے یکسر خارج ہیں لیکن ہم اُن سے یہ بات ضرور کہتے ہیں کہ وہ خدا را خود اپنے آپ سے دریافت کریں کہ کیا اُنہوں نے اپنی رائے دیتے وقت اُس عہد کو پورا کیا ہے جو ایک مسلمان کی حیثیت سے اُنہوں نے اپنے خالق و مالک سے باندھا ہے۔ کیا اُن کا ضمیر اس بات پر مطمئن ہے کہ اُنہوں نے اس فیصلہ کُن مرحلہ میں خدا کی رضا کو اپنی ذاتی خواہشات، برادری کے مطالبات اور زر و مال کی تحریصات پر مقدم رکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ انہیں اسلام دُنیا کی ہر چیز سے عزیز تر ہے۔ کسی مقصد سے وابستگی کی یہ بالکل ایک انوکھی قسم ہے کہ انسان اُس سے عقیدت کا اظہار بھی کیے اور اُسے دُنیا کی ہر شے سے محبوب تر بھی سمجھے، لیکن جب بھی آزمائش کا موقع آئے تو وہ اس متاع گراں مایہ کو یکسر نظر انداز کر کے ان چیزوں کو ترجیح دینے پر تیار ہو جائے جنہیں وہ زندگی کے ادنےٰ مقاصد سمجھتا ہے۔

خدا کو کسی نے دیکھا نہیں۔ انسان اُسے اُس کی نشانیوں سے ہی پہچانتا ہے۔ یہی حال ایمان کا ہے ایمان درحقیقت ایک داخلی کیفیت کا نام ہے اور اُسے واقعی کسی میزان پر تولا نہیں جا سکتا ہے اس کے لیے کوئی پیمانہ بھی نہیں جس کے مطابق اس کی پیمائش کی جا سکے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے اظہار کا کوئی ذریعہ ہی نہ ہو۔ یہ داخلی کیفیت انسان کے سیرت و کردار اُس کے اخلاق میں لازمی طور پر منعکس ہوتی ہے۔ وہ ایمان جو انسان کے افکار و نظریات اُس کے افعال و اعمال، اُس کے پسند و ناپسند کے معیار اور اُس کے فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہوتا وہ ایمان بلاشبہ بغیر دلیل کے دعوےٰ ہے۔ اس ایمان کی قدر و قیمت کا صحیح صحیح اندازہ تو خداوند تعالےٰ خود ہی قیامت کے روز کرے گا کیونکہ ایمان جیسی لطیف شے کے وزن کرنے کے لیے اس دنیا میں کوئی ترازو نہیں لیکن یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ جو ایمان ایک مسلمان کو خداوند تعالےٰ کا تابع فرمان بننے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترغیب نہیں دیتا اُس ایمان میں یقیناً کوئی سقم موجود ہے۔

آپ شاید یہ سمجھ رہے ہوں کہ آپ نے ووٹ دے کر جو فیصلہ کرنا تھا وہ ہنگامی طور پر کر دیا اور اس کے نتائج کی کوئی ذمہ واری آپ پر عاید نہیں ہوتی لیکن یہ محض فریبِ نفس ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں جو کچھ کیا ہے آپ اُس میں برابر کے شریک ہیں۔ جو نمایندے آپ کی تائید سے منتخب ہوئے ہیں اُن کی سرگرمیوں کے اچھے اور بُرے پہلو آپ کے نامۂ اعمال میں بھی درج ہوتے رہیں گے۔ اگر وہ اسلام کی سربلندی کے لئے کوشش کریں گے تو اس سے آپ کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا اور اگر وہ اس سرزمین میں منکرات کو پھیلانے کے لیے ہاتھ پاؤں ماریں گے تو ان کی یہ بُرائیاں آپ کے حساب میں بھی برابر درج ہوتی رہیں گی۔ حضورؐ کے احساسات اس معاملے میں کس قدر نازک تھے اُس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے:

من مشی مع ظالم وھو یعلم انه ظالم لیقویه فقد خرج من الاسلام۔

جو کسی ظالم کے ساتھ اس نیت سے چلا کر اُسے تقویت دی جائے اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ ظالم ہے تو وہ گویا دائرۂ اسلام سے خارج ہُوا۔

ایک اور مقام پر اسی چیز کی اہمیت دوسرے الفاظ میں اس طرح واضح فرمائی:

من وقر صاحب بدعة فقد ھدم الاسلام۔

جس نے کسی صاحب بدعت کی عزت و توقیر کی اُس نے گویا اسلام کی عمارت منہدم کر دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمودات اس حقیقت کی طرف کُھلے الفاظ میں اشارہ کرتے ہیں کہ ہمیں ذاتی دلچسپیوں اور مفادات سے بلند ہو کر صرف اسلام کے تقاضوں کے پیشِ نظر لوگوں کی حمایت اور عزت و توقیر کرنی چاہیے۔ اگر ہماری غیر ذمہ دارانہ روش سے کسی ظالم اور فاسق یا دین کے اندر رخنے پیدا کرنے والے کو اُمتِ مسلمہ میں سربراہی کا منصب حاصل ہو گیا تو وہ لوگوں پر ظلم ڈھانے، فسق و فجور پھیلانے اور دین کے اندر نئی نئی باتیں داخل کرنے کے لیے جو جدوجہد بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرے گا یا جس قسم کے مکر و فریب سے کام لے گا تو اس کے انجام بد سے خواہ ہم اس دنیا میں دوچار ہوں یا آخرت میں، ہم بہرحال دوچار ضرور ہوں گے۔

پھر آپ اس معاملہ پر خالص دنیاوی نقطہ نظر سے بھی اگر نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کے معاملے میں ہمارا یہ غیر سنجیدہ طرزِ عمل ہمیں دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کرنے کا موجب ہوگا۔ دنیا کی ہر ہوشمند قوم جس چیز کو اپنا مقصدِ حیات یا نصب العین قرار دیتی ہے اُسے وہ کائنات کی سب چیزوں سے عزیز ترین سمجھتی ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ اس کی بارگاہ میں اپنا مال و جان بلا دریغ پیش کرتی ہے۔ اُس کا یہی ایثار اور اپنے مقصد سے گہرا لگاؤ اور عشق اُس کے اندر قوت و طاقت پیدا کرتا ہے اور اس کے افراد کو نفسانیت اور خود غرضی جیسی مہلک بیماریوں سے نجات دلا کر انہیں اس قابل بناتا ہے کہ وہ قوم اور ملک کی خاطر کسی تحریص و طمع کے بغیر بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جائیں۔ جس قوم کے منتخب افراد بھی روپے، پیسے کے لالچ میں اپنے ضمیر کا سودا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں اُن کے بارے میں یہ سوچنا کچھ مشکل نہیں کہ وہ اسی زر و مال کی چوکھٹ پر اپنے قومی اور ملکی مفادات بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کریں گے جو انسان اپنے ایمان کو منڈی کی شے بنانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور بے جان سکوّں کے عوض اُسے بیچ دیتا ہے اُس سے یہ چیز غیر متوقع نہیں کہ کل وہ اپنے ملک اور قوم کا بھی غیروں کے ہاتھ سودا کرلے۔

ان انتخابات میں دوسری چیز جو ہمارے سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ملک اگرچہ بڑی سُرعت کے ساتھ مادہ پرستی کی طرف جا رہا ہے لیکن اس میں ابھی تک نیکی، پرہیزگاری یکسر ناپید نہیں ہوئی۔ اس گئی گذری حالت میں بھی ہمیں اخلاص، دلسوزی، ایثار، خشیت اللہ اور پاسِ عہد کی ایسی روشن مثالیں ملتی ہیں جنہیں دیکھ کر ارادوں میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور انسان کے لیے یہ باور کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ جس قوم میں اس مضبوط سیرت و کردار کے لوگ موجود ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی تھوڑے ہوں لیکن کبھی جاہلیت ایک غالب و حکمران قوت بن سکتی ہے۔

اس ملک میں پاک باز لوگوں کا وجود اہلِ ملک اور اس خطہ پاک کے لیے یقیناً ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ شاید اسی مقدس گروہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہماری نافرمانیوں کے باوجود ہمیں کسی عذاب میں مبتلا نہیں کر رہا۔ لیکن یہاں جو نیکی اور پرہیزگاری موجود ہے اُس کا زیادہ حصہ ابھی تک گوشۂ عافیت میں خاموش پڑا ہے یہ نیکی بلاشبہ اس گوشہ میں بھی ایک مقدس فرض انجام دے رہی ہے۔ لیکن جاہلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ نیکی ایک منظم قوت کی صورت میں غیر اسلامی طاقتوں کے خلاف صف آرا ہو۔ یہ مرحلہ اجتماعی جدوجہد کا ہے اور اس میں حق اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے جب حق کے علمبردار اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کا پوری طرح احساس کریں اور باہم متحد ہو کر جاہلیت کی یلغار کا راستہ روکنے کی کوشش کریں۔

تیسرے ان انتخابات نے اس حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے کہ اس ملک کے عوام میں اسلام کی محبت اور تڑپ ہو تو ہو لیکن یہاں جن لوگوں کی چودھراہٹیں قایم ہیں، یا جنہیں اپنے اپنے حلقے میں سربراہی کا منصب حاصل ہے یا جو لوگ اپنے اپنے دائرے میں کچھ اثر و رسوخ رکھتے ہیں، اُن کی عظیم اکثریت یا تو اسلام کے تقاضوں کو نہیں سمجھتی یا پھر اسلامی احساسات سے یکسر عاری ہے۔ اسے اسلام سے کہیں زیادہ اپنی قیادت اور اپنے دنیاوی مفادات عزیز ہیں۔ اس بنا پر یہ چیز انتہائی ضروری ہے کہ سب سے پہلے مقامی قیادت کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کمزور، بودی اور ناکارہ بنیاد پر جسے مفادات ہر لحظہ متزلزل کر سکیں، اسلامی نظامِ حیات کی کبھی بھی پائیدار عمارت تعمیر نہیں ہو سکتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخر میں ہم ایک گذارش اُن حضرات کی خدمت میں بھی کرنا چاہتے ہیں جو اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام کا داعیہ لے کر اٹھے ہیں۔ ان انتخابات سے انہیں اس حقیقت کا پوری طرح اندازہ ہو گیا ہو گا کہ انہیں کس سنگلاخ زمین میں کام کرنا ہے اور اس کے لیے کس عزم، صبر اور دانش مندی کی ضرورت ہے۔ اُن کی راہ میں کون سے موانع اور مشکلات حائل ہیں اور انہیں دور کرنے کے لیے انہیں کتنی محنت درکار ہے۔ براہِ کرم اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھیے کہ اہلِ ملک کا انفرادی اور اجتماعی کردار جو اسلامی نظام کے لیے بُنیادی اہمیت کا حامل ہے، بڑی سرعت کے ساتھ تنزّل کی طرف جا رہا ہے۔ یہاں مادہ پرستی حیرت انگیز تیزی کے ساتھ اپنے گھناؤنے پر پھیلا رہی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام اکاس بیل کی طرح زندگی کے سارے شعبوں پر چھایا چلا جا رہا ہے۔ اور اس وجہ سے انسان بس ایک کمانے والا جانور بن کر رہ گیا ہے۔ زندگی کی مادی لذتوں نے اُس کے قلب و دماغ کو اس حد تک ماؤف کر دیا ہے کہ اُس کے اندر کسی اعلیٰ اور ارفع قدر کی عزّت و توقیر باقی نہیں رہی۔ مادی منفعت فکر و عمل کا سب سے بڑا محرک بن کر رہ گئی ہے۔ اور انسان کی پوری زندگی اسی ایک محور پر گھوم رہی ہے۔

اس ملک کی اُبھرتی ہوئی قیادت کو عوام کی اس کمزوری کا پوری طرح علم ہو چکا ہے، اور وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جان چکی ہے کہ یہاں کے رہنے والے خواہ اسلام سے کتنی وابستگی ظاہر کریں لیکن اُن کی عملی تائید انہیں لوگوں کو حاصل ہو گی جو ان کی جیبیں گرم کر سکیں، یا حکام سے انہیں ناجائز مراعات دلا سکیں یا اُن کے لیے عیش و عشرت کا سامان فراہم کرنے کا ارادہ اور قوت رکھتے ہوں۔ فکر و احساس کی یہ تبدیلی ملک و ملّت کے لیے انتہائی مہلک ہے اور دین پسند عناصر جہاں جاہلیت کی دوسری قوتوں سے نبرد آزما ہیں وہاں انہیں اس خطرناک رجحان کو بھی تبدیل کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ اگر یہ وبا پوری طرح پھیل گئی تو اس سے ملک و ملّت کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ جو شخص اپنے ضمیر کے سودے پر آمادہ ہو جائے اُس سے یہ بعید نہیں کہ وہ مفادات کے لالچ میں پوری ملّت کا سودا کر ڈالے۔ یہ رجحان کوئی

© rasailojaraid.com